مسئلہ متعہ

مولانا محمد یوسف

مدیر ترجمان نے سورۂ مومنون کے ایک تفسیری حاشیے میں ضمناً اس نزاع کا ذکر کیا تھا جو اہلِ سنت اور اہلِ تشیع کے مابین متعہ کے مسئلے پر موجود ہے۔ یہ ایک علمی موضوع تھا اور کوئی صاحب اگر اس بارے میں بحث و تحقیق کی خاطر لب کشائی کرنا ناگزیر ہی سمجھتے تھے، تو اظہارِ رائے کے لیے کم از کم سنجیدہ اور علمی انداز مناسب تھا، لیکن بعض لوگوں نے ابلہ فریبی کو اپنا نصب العین بنا کر مدیر "ترجمان" کے خلاف عجیب و غریب بہتان تراشنے شروع کر دئے۔ مثلاً یہ کہ شیعوں کو خوش کرنے کے لیے یہ شخص اجماع کا انکار کر رہا ہے۔ حرام کو حلال کر رہا ہے۔ صحابہ کی توہین کر رہا ہے وغیرہ ذلک۔ اس مسئلے پر تفصیلاً لکھا جا سکتا تھا لیکن حقیقت واضح کرنے کے لیے "ترجمان" میں ایک سوال کا مختصر جواب دینے پر اکتفا کیا گیا۔

اب ہمارے پاس مولانا محمد یوسف صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک کا ایک مفصل مضمون اس مسئلے پر آیا ہے۔ اس میں انھوں نے واضح کیا ہے کہ متعہ بحالتِ اختیار کی حرمت پر تو دورِ صحابہ ہی میں اجماع ہو چکا تھا لیکن متعہ بحالت اضطرار کے بارے میں اجماع کا انعقاد دورِ صحابہ میں نہیں، بلکہ دوسری صدی میں ہوا ہے اور حضرت ابن عباسؓ کا اپنے مسلک سے رجوع صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے۔ صاحبِ مضمون نے اپنے مضمون میں اس امر کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ بیشتر احادیث صحیحہ، آثارِ جمہور صحابہ اور اجماعِ اہلِ سنت سے چونکہ متعہ کی قطعی حرمت ثابت ہوتی ہے، اس لیے اب متعہ اضطراری یا غیر اضطراری کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہے۔

اس مضمون کو ترجمان میں اس غرض کے لیے دیا جا رہا ہے تاکہ ناظرین کو اندازہ ہو سکے کہ نزاعی

مباحث پر عامیانہ روش کے بجائے عالمانہ اور تحقیقی انداز میں بھی گفتگو کی جا سکتی ہے۔ جو حضرات مدیر "ترجمان" سے بغض و عناد کی بنا پر ان کی تکفیر و تضلیل کے درپے ہیں وہ بھی کم از کم اتنی بات تو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے دیگر صحابہ سے اختلاف کرتے ہوئے ایک وقت میں اضطراری جواز کا فتویٰ دیا تھا (خواہ بعد میں انھوں نے رجوع ہی کر لیا ہو)۔ اب ان معاندین کے بارے میں کیا بجا طور پر یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ اگر حضرت ابن عباسؓ ان کے سامنے اسطراری جواز کا فتویٰ دیتے تو رجوع کی نوبت آنے سے قبل ہی یہ لوگ ابن عباسؓ کا مقابلہ بھی اسی قسم کی فتویٰ بازی سے کرتے۔ افسوس کہ ضد اور مکابرت نے ان کو صحابہ کے اکرام و احترام سے بھی عاری کر دیا ہے۔

"ترجمان القرآن" ماہ اگست ۱۹۵۵ء کے پرچے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے سورۂ مومنین کی ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے متعہ کے متعلق بھی ایک حاشیہ تحریر کیا تھا جس کا حاصل یہ تھا کہ متعہ کے بارے میں شیعہ سنی مناظرہ نے بے جا شدت اختیار کر لی ہے ورنہ امر حق معلوم کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے انسان کو لبا اوقات ایسے حالات سے سابقہ پیش آ جاتا ہے جن میں نکاح ممکن نہیں ہوتا ہے، اور وہ زنا یا متعہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں زنا کی بہ نسبت متعہ کر لینا بہتر ہے۔

آگے حضرت ابن عباسؓ کا مذہب دیگر مذاہب صحابہؓ و تابعینؒ کے ساتھ نقل کر کے تحریر کیا تھا، کہ یہ جواز بحالت اضطرار اس ابدی حرمت کے خلاف نہیں ہے، جو حضور صلعم سے ثابت ہے۔ اس پر بعض علماء نے تردیدی مضامین اخبارات میں شائع کیے۔ جن میں اصل مسئلہ کے متعلق اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ ابن عباسؓ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا، اور یہ مسئلہ صحابہؓ کے زمانے سے اجماعی صورت میں منقول ہوتا چلا آیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بظاہر مضمون کے دیکھنے سے ایک ناظر کے ذہن میں اس کا یہ مطلب آ سکتا ہے کہ

صاحب مضمون خود جواز متعہ بحالت اضطرار کا قائل ہے اور یہ رائے یقیناً قابلِ تنقید اور محتاج اصلاح ہے۔ لیکن اس کے لیے زیادہ مناسب صورت یہ تھی کہ اس مضمون پر نظر ثانی کرانے کے لیے یہ حضرات پہلے صاحب مضمون سے مراجعت کر لیتے، کیونکہ حق پسند طبائع پر جب اپنی غلطی واضح ہو جاتی ہے تو وہ کبھی اس کی اصلاح کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے ہیں۔ کبھی یہ صورت بھی پیش آجاتی ہے کہ مضمون سے بظاہر جو کچھ سمجھا جاتا ہے وہ صاحب مضمون کی مراد نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ میں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ ایک صاحب کے استفسار پر جب مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے ترجمان القرآن ماہ نومبر ۵۵ء کے پرچے میں اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت فرمائی تو معلوم ہوا کہ مولانا خود حالتِ اضطرار میں بھی متعہ کے جواز کے قائل نہیں بلکہ حرمت قطعی کے معتقد ہیں۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ناظرین خود بھی غلط فہمی کا شکار ہو کر مضمون نگار کا زاویۂ نظر معلوم کرنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ اس لیے ایسے مواقع پر جب کسی مضمون کے متعلق غلط فہمی پیدا ہو جائے تو اس کے لیے بہتر صورت یہی ہوتی ہے کہ صاحب مضمون سے مراجعت کر کے اس سے استفسار کر لیا جائے۔ نہ یہ کہ اس پر یکدم تنقیدات کی بمباری کی جائے۔ اور تنقید کے لیے طریقہ بھی وہ اختیار کیا جائے جو کمزور ہونے کے علاوہ عالمانہ اور منصفانہ بھی نہ ہو اور تنقید کے اجزاء اس میں کم اور معاندانہ تردید کے آثار زیادہ ہوں۔ یہ چیز معاندین حق کو تو زیب دے سکتی ہے مگر حاملین دین کے کسی طرح شایان شان نہیں ہے۔ اس سے میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ کسی عالم کی رائے پر تنقید نہ کی جائے۔ یا میں کسی کی ذات کو تنقید سے بالاتر سمجھ رہا ہوں۔ تنقید بجائے خود بری چیز نہیں ہے بلکہ اگر نیک نیتی کے ساتھ اصلاح کی غرض سے ہو۔ تو وہ تنقید بسا اوقات مفید بھی ہو سکتی ہے۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ تنقید اگر ہو تو نیک نیتی کے ساتھ ہو۔ عالمانہ رنگ میں ہو۔ اصلاح کی غرض سے کی جائے تاکہ اس سے مفید نتیجہ نکل آسکے۔

لیکن اگر تنقید میں نیک نیتی کی روح نہ ہو، نہ تنقید کرنے والے کی غرض اصلاح ہو تو وہ تنقید سوائے اس کے کہ اسے ایک عالم دین کی عزت، اور دینی وقار پر بیجا حملہ متصور کیا جائے وہ اور کچھ اپنے اندر نہیں رکھتی ہے۔ شاید یہی وہ مذموم حرکت ہے جس کے متعلق آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع

کے موقعہ پر ہزاروں قدوسیوں کے مجمع میں اعلان فرمادیا تھا کہ " ان دماءکم و اموالکم و اعراضکم علیکم حرام " (الحدیث)

بہرحال اخبارات میں اس قسم کے مضامین شائع ہونے سے میری توجہ اس مسئلہ کی طرف صرف اس غرض سے ہوئی کہ یہ معلوم کروں کہ مسئلہ کی حقیقت کیا ہے ؟ اسی اثناء میں ایک صاحب نے ایک استفتاء بھی بھیجا جو آگے نقل کیا جارہا ہے، چنانچہ اسی وقت متداول کتابوں میں مسئلہ کے متعلق جو کچھ مضامین پائے گئے ان کو جمع کر کے مرتب کر دیا گیا اور اب اسے قارئین کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔

واضح رہے کہ یہ مضمون نہ کسی کی بیجا حمایت اور جوش محبت میں آکر لکھا گیا ہے اور نہ کسی کی بے جا مخالفت میں۔ کیونکہ میں دونوں کا نہ صرف یہ کہ قائل نہیں ہوں، بلکہ مخالف بھی ہوں۔ یہ صرف ایک علمی مشغلہ کی حیثیت سے اس لیے لکھا گیا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق عوام اور خواص میں جو غلط فہمی پھیلی یا پھیلائی گئی ہے وہ مسئلہ کی حقیقت واضح کرنے سے زائل ہو۔ اس مختصر مضمون میں جو کچھ مسئلہ کی توضیح کی گئی ہے وہ اس قابل تو یقیناً نہیں ہے کہ اُسے مسئلہ کی تحقیق کہا جاسکے۔ تاہم حاصل مطالعہ ضرور ہے، جو علماء کرام کی خدمت میں صرف اس غرض سے پیش کیا جاتا ہے کہ وہ اس کو تنقیدی نگاہ سے دیکھیں اور اپنی علمی تحقیقات سے ہماری رہنمائی فرمائیں۔ استفتاء جو میرے پاس آیا تھا اور جو مضمون لکھنے کا باعث ہوا وہ حسب ذیل ہے:

استفتاء | حسب ذیل امور کی تشریح شرعی، قوانین اور احکام کی روشنی میں مطلوب ہے، مہربانی کر کے جواب سے مطمئن فرمائیں۔

سوال ۱ : حرمت و اباحت کے اعتبار سے اسلامی شریعت میں متعہ کا حکم کیا ہے ؟

سوال ۲ : اگر حرام ہو تو حرمت کے دلائل کیا ہیں ؟ آیا وہ آیت کریمہ ہے، جو سورۃ مومنین میں مذکور ہے فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون۔ یا وہ صحیح روایات ہیں، جو صحیحین اور دیگر کتب صحاح میں مروی ہیں، منکرین حدیث تو کہتے ہیں کہ یہ حرمت آیت کریمہ ہی سے ثابت ہے حدیث خیبر وغیرہ غلط ہیں

سوال ۳ : عہد نبوی صلعم میں اس حرمت میں کبھی نسخ بھی آچکا ہے، یا کہ جب سے حرام کیا گیا ہے تو حرام ہی رہا ہے؟

سوال ۴ : روایات میں یہ تصریح ملتی ہے کہ ابن عباسؓ جواز متعہ کے قائل تھے۔ مگر فقہ اور تفسیر کی معتبر کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ وہ اپنے قول سے رجوع کر گئے ہیں اور یہ مسئلہ صحابہؓ ہی کے عہد میں اجماعی قرار پایا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے اور یہ کہاں تک صحیح ہے؟

سوال ۵ : آج شدید حالت اضطرار میں متعہ مباح ہوگا یا حرام؟

سوال ۶ : اس عالم کے متعلق کیا رائے قائم کی جائے گی جو اضطرار کی حالت میں جواز متعہ کا فتویٰ دے دے؟ اس کی تکفیر یا تضلیل کی جائے گی یا نہیں؟

احادیث متعہ جواب لکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ سے متعلق صحیحینؒ یا دیگر کتب حدیث میں جو روایات موجود ہیں، اُن کو نقل کیا جائے؛ تاکہ مسئلہ کی حقیقت سمجھنے میں مزید دقت بھی نہ ہو اور جواب لکھنے میں ان سے مدد بھی لی جاسکے۔

حدیث ۱ : عن قیس قال قال عبد اللہ کنا نغزو مع رسول اللہ صلعم ولیس لنا شیٔ فقلنا الا نستخصی؟ فنہانا عن ذلک ثم رخص لنا ان ننکح المرأۃ بالثوب (بخاری ج ۲ ص ۷۵۹)

قیس عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے ہمراہ غزوات میں جایا کرتے تھے حالانکہ ہمارے پاس اپنی بیویاں نہیں ہوتی تھیں۔ تو ہم نے حضورؐ سے (اس خطرے سے کہ کہیں ہم زنا میں مبتلا نہ ہوں) اپنے آپ کو خصی کرنے کی اجازت طلب کی مگر حضورؐ نے ہمیں اس فعل سے منع فرما دیا۔ پھر ہمیں اس بات کی اجازت فرمائی کہ کہ ہم ایک کپڑے کے عوض میں عورت سے نکاح (متعہ) کریں"

سفیانؒ ابن عیینہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں ثم جاء تحریمہا بعد اس کے

بعد متعہ کی تحریم نازل ہوئی، اور معمر کی روایت میں یہ لفظ آیا ہے، ثم نسخ، پھر یہ نکاح منسوخ ہوگیا" فتح الباری ج ۹ ص۹۷

حدیث نمبر ۲ عن سبرۃ الجھنی قال امرنا رسول اللہ صلعم بالمتعۃ عام الفتح حین دخلنا مکۃ ثم لم نخرج منھا حتی نھانا عنھا وقال عبدالعزیز بن عمر حدثنی الربیع بن سبرۃ ان اباہ حدثہ انہ کان مع رسول اللہ صلعم فقال، یا ایھا الناس انی قد کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ قد حرم ذلک الی یوم القیامۃ، فمن کان عندہ منھن شیٔ فلیخل سبیلہ (مسلم)

سبرہؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال جب ہم مکہ میں داخل ہوئے تو حضورؐ نے ہمیں متعہ کرنے کی اجازت دے دی، لیکن ابھی مکہ سے ہم نکلے نہیں تھے کہ متعہ کرنے سے ہمیں منع فرمادیا۔ عبدالعزیز ابن عمر کہتے ہیں کہ ربیع نے مجھ سے اپنے باپ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ اس کا باپ سبرہؓ (فتح مکہ کے دن) حضورؐ کے ساتھ تھا، جب کہ حضورؐ نے یہ اعلان عام فرمادیا کہ لوگو! میں نے تو تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی، مگر اللہ نے اس کو قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا۔ لہذا جس شخص کے پاس متعہ والی عورتوں میں سے کوئی عورت ہو تو اُسے رخصت کردے۔

حدیث نمبر ۳، عن علیؓ انہ قال لابن عباسؓ ان النبی صلعم نھی عن المتعۃ وعن لحوم الحمر الاھلیۃ زمن خیبر، بخاری ج ۲ ص۶۷) ورواہ مسلمؒ، والدارقطنی واحمد، وسعید بن منصور مع اختلاف فی اللفظ فتح الباری ج ۹ ص۱۳۷

بخاریؒ حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ (تم متعہ میں نرمی سے کام لیتے ہو) حالانکہ حضور نے متعہ سے اور گھروں میں پالے گئے گدھوں کے گوشت سے خیبر کے دن منع فرمادیا ہے، امام مسلم، دارقطنی، امام احمد۔

حدیث ۴، عن ابی جمرة قال سمعت ابن عباسؓ یسئل عن متعة النساء فرخص فقال مولی له انما ذلک فی الحال الشدید وفی النساء قلة؟ او نحوه فقال ابن عباسؓ نعم (بخاری ج ۲ ص ۷۶۷) وفی روایة البیهقیؒ انما کانت یعنی المتعة رخصة فی اول الاسلام لمن اضطر الیها کالمیتة والدم ولحم الخنزیر واخرج الخطابیؒ من طریق سعید بن جبیر قال قلت لابن عباس لقد سارت بفتیاک الرکبان یعنی فی المتعة فقال واللہ ما بھذا افتیت وانما ھی کالمیتة لا تحل الا للمضطر۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۰)

سعید بن منصور نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ الفاظ میں تھوڑا سا اختلاف موجود ہے۔"

بخاریؒ نے ابو جمرہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ عورتوں سے متعہ کرنے کے بارے میں ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا۔ تو میں نے سنا کہ ابن عباسؓ نے اس کی اجازت دے دی۔ ابن عباسؓ کے ایک آزاد کردہ غلام نے ان سے پوچھا کہ کیا یہ اجازت ایسے وقت میں ہوگی جب عورتیں بہت کم اور حالات بہت سخت ہوں؟ تو آپ نے فرمایا، ہاں! یعنی بیشک اجازت ایسی ہی حالتوں میں ہوگی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بیہقیؒ کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ متعہ تو مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کی مانند ہے۔ ابتدائے اسلام میں اگر اس کی اجازت تھی تو صرف ان لوگوں کے لیے تھی جو شدید حالت اضطرار میں مبتلا کیے گئے ہوتے۔ خطابیؒ نے سعید بن جبیر کے طریقہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے کہا کہ متعہ کے بارے میں آپ کے فتوے

لوگ لے کر اطراف عالم میں منتشر ہو گئے ہیں۔ اور اس پر بڑی باتیں ہونے لگی ہیں تو انھوں نے کہا خدا کی قسم میں نے اس (اباحت مطلقہ) کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔ یہ تو ایک مردار کی طرح ہے جو سوائے مضطر کے اور کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔

بیہقیؒ اور خطابی کی یہ روایتیں فتح الباری میں مذکور ہیں۔

حدیث ۵، عن ابن ابی عمرۃ الانصاری انھا کانت رخصۃ فی اول الاسلام لمن اضطر الیھا کالمیتۃ والدم ولحم الخنزیر ثم احکم اللہ الدین ونھی عنھا (مسلمؒ)

ابن ابی عمرہؓ فرماتے ہیں کہ متعہ بالکل مردار، خون، خنزیر کی مانند ہے۔ ابتداء اسلام میں اس کی اجازت صرف ان لوگوں کے لیے تھی جو شدید حالتِ اضطرار میں مبتلا ہوں۔ اس کے بعد اللہ نے اپنا دین مضبوط بنا دیا۔ اور متعہ کرنے سے ممانعت فرمائی

حدیث ۶، قال ابن شھاب اخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عبد اللہ بن الزبیر قام بمکۃ فقال ان ناسا اعمی اللہ قلوبھم کما اعمی ابصارھم یفتون بالمتعۃ یعرض برجل (یعنی ابن عباس) فناداہ فقال انک لجلف جاف فلعمری لقد کانت المتعۃ تفعل فی عھد امام المتقین یرید بہ رسول اللہ صلعم فقال لہ ابن الزبیر فجرب بنفسک فواللہ لئن فعلتھا لارجمنک باحجارک۔ (مسلم)

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے عروہ ابن زبیر نے یہ خبر دی ہے کہ عبد اللہ بن زبیر نے مکہ میں قیام کیا۔ ایک دن کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو متعہ کے جواز کے فتوے دیتے ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں سے خدا نے روشنی سلب کر لی ہے جیسے ان کی آنکھوں سے ظاہری بینائی سلب کر لی ہے۔ عروہ کہتے ہیں کہ اس سے ابن عباس پر تعریض کرنی مقصود تھی۔ ابن عباسؓ نے اُسے آواز دے کر کہا کہ تم بڑے سخت مزاج اور کم فہم آدمی ہو۔ میں اپنی بقا کی قسم کھا کے کہتا ہوں

کہ یہ متعہ آنحضرت صلعم کے مبارک دور میں کیا جاتا تھا جو تمام دنیا کے متقیوں کے امام اور پیشوا ہیں اس پر ابن زبیر نے کہا کہ اچھا تم اسے آزما کر دیکھو خدا کی قسم اگر تم نے متعہ کیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا

حدیث ۷ ، عن ابن عباس رضؓ انه قال انما كانت المتعة في اول الاسلام، كان الرجل يقدم البلد ليس له بها معرفة فيتزوج امراة بقدر ما يرى انه يقيم فتحفظ له متاعه وتصلح له شانه حتى اذا نزلت الآية الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانهم، قال ابن عباس فكل فرج سواهما فهو حرام (ترمذیؒ)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ متعہ ابتداء اسلام میں ایسی حالات میں جائز تھا۔ جب کسی شخص کو ایسے شہر یا گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوتا جہاں اس کو کسی سے بھی جان پہچان نہ ہوتی۔ اس لیے مجبوراً مدت قیام تک وہاں کسی عورت سے نکاح کرتا۔ اور وہ عورت اس کے لیے سامان کی حفاظت بھی کرتی اور دیگر معاملات اور حالات کی اصلاح بھی یہاں تک کہ جب یہ آیت نازل ہوئی الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم، تو ابن عباس نے فرمایا، ہر عورت جو بیوی، اور لونڈی کے علاوہ ہو، وہ حرام ہے"

روایات کا ماحصل روایات سے حسب ذیل تین امور ثابت ہوتے ہیں، جو بغرض تمہید الی الجواب ذکر کیے جاتے ہیں:

۱۔ متعہ عہد نبوی کی ابتدا میں مباح، اور بعد میں حرام قرار دیا گیا ہے۔

اس دعوے کے ثبوت کے لیے دلائل وہ روایات ہیں، جو مذکورہ بالا فہرست احادیث میں ۱ و ۲ و ۳ کے تحت گذر چکی ہیں۔

۲۔ متعہ کی ابتدائی رخصت صرف حالت اضطرار کے لیے تھی۔ عام حالات میں متعہ شرعاً کبھی بھی جائز نہیں سمجھا گیا ہے۔

یہ حکم ان روایات سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے، جو احادیث کی فہرست میں ۱/۴ و ۵/۸ میں ذکر کی گئی ہیں۔

۳۔ متعہ کی آخری حرمت تاقیامت ابدی ہے۔ کسی خاص وقت اور زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اس امر کی تصریح ۱/۲ کی روایات میں سے عبدالعزیز کی روایت میں موجود ہے، جو سبرہؓ سے مروی ہے — اس مختصر سی تمہید کے بعد سوال کے اصل جواب کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

متعہ حرام ہے اسلامی شریعت میں متعہ بالاجماع حرام ہے، تمام اہل سنت اس بات پر آج متفق ہیں کہ متعہ کسی حالت میں جائز نہیں ہے۔ البتہ شیعہ حضرات اس کو مطلقاً جائز سمجھتے ہیں۔ مگر ان کے علاوہ اہل سنت میں سے کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں ہے۔ فقہ حنفی کی بعض کتابوں میں اگرچہ حضرت امام مالکؒ کی طرف جواز متعہ کا قول منسوب کیا گیا ہے، مگر وہ صحیح ایک تو اس لیے نہیں ہے کہ فقہ مالکیؒ کی کتابوں میں یہ تصریح ملتی ہے کہ متعہ حرام ہے، علامہ سحنونؒ مالکی نے اپنی کتاب "المدونۃ" میں لکھا ہے ولا یجوز النکاح الی اجل قریب اوبعید وان سمی صداقا وھی المتعۃ اھ "کسی خاص مدت تک کے لیے خواہ قریب ہو یا بعید نکاح جائز نہیں ہے، اگرچہ اس میں مہر بھی مقرر کر لیا جائے، اور یہی متعہ ہے" بحوالہ عنایہ شرح ھدایہ ج ۳ ص ۱۵۰۔ اور مالکیہؒ کا قول اس بارے میں احنافؒ کے قول سے زیادہ قابل اعتماد ہے۔ نیز حنفیہؒ کے محققین علماء نے بھی اس نسبت کو صحیح تسلیم نہیں کیا ہے۔ علامہ ابن ہمامؒ نے اسی صفحہ پر فتح القدیر میں لکھا ہے نسبتہ الی مالکؒ غلط اھ "متعہ کے جواز کی نسبت امام مالک کی طرف غلط ہے"۔ علامہ سید آلوسی نے بھی اپنی مشہور تفسیر "روح المعانی" ج ۵ ص ۱۰ میں لکھا ہے کہ "یہ نسبت صحیح نہیں ہے"۔

دوسرے یہ نسبت اس وجہ سے بھی صحیح نہیں ہو سکتی ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے خود اپنی مشہور کتاب "المؤطا" میں حضرت علیؓ کی وہ روایت نقل کی ہے جس میں متعہ کرنے سے نہی وارد ہو گئی ہے، جو یہاں فہرست احادیث میں ۱/۳ میں ذکر کی گئی ہے اور حضرت امام مالک کی عادت یہ ہے کہ جس حدیث کو وہ موطا میں ذکر کرتے ہیں وہ ان کا مذہب، اور اس پر عمل درآمد ہوتا ہے علامہ عینیؒ صاحب ہدایہؒ کی

اس رائے پر" کہ امام مالک خود متعہ کے جواز کے قائل تھے" تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

قلت لم یذکر فی کتب المالکیۃ انھا تجوز مع ان مالکا روی فی الموطاء حدیث علیؓ ان رسول اللہ صلعم نھی عن متعۃ النساء یوم خیبر، وعادتہ ان لا یروی حدیثا فی الموطاء الا وھو یذھب الیہ ویعمل بہ اھ نبایہ برحاشیہ ہدایہ ج ۲ ص ۲۹۲

میں کہتا ہوں کہ اول تو کتب مالکیہ میں جواز متعہ کا ذکر ہی نہیں ملتا ہے۔ دوسرا امام مالکؒ نے اپنے موطاء میں حضرت علیؓ کی وہ روایت بھی درج کی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضورؐ نے خیبر کے دن متعہ کرنے سے ممانعت فرمائی ہے، اور امام مالکؒ کی عادت یہ ہے کہ جس حدیث کو وہ موطاء میں ذکر کرتے ہیں وہ ان کا مذہب اور اس پر ان کا عمل ہوتا ہے۔

بہرحال یہ ایک متفقہ فیصلہ ہے اہل سنت کے مابین کہ متعہ حرام ہے۔ علماء امت کی تصریحات سے اس اجماع کی مزید تشریح اور اس کا ثبوت سوال کے ۱۲ کے جواب میں آئے گا، جہاں ابن عباسؓ کے رجوع پر بحث کی جائے گی۔

حرمت کے دلائل رہا یہ کہ حرمت متعہ کے دلائل کیا ہیں ؟ تو اس بارے میں سلفؒ کی دو رائیں پائی جاتی ہیں۔ صحابہؓ میں سے صرف حضرت عائشہؓ اور تابعین میں سے قاسم بن محمدؒ، جو حضرت عائشہؓ کے بھتیجے ہیں۔ اُن دونوں کی رائے یہ ہے کہ یہ حرمت سورۂ مومنین کی آیت کریمہ فمن ابتغی وراء ذلک سے ثابت ہے۔ حسب ذیل روایات سے حضرت عائشہؓ اور قاسمؒ بن محمد کی رائے واضح ہے۔

۱۔ روی عن ابن ابی ملیکۃ ان عائشۃؓ سئلت عن المتعۃ، فقالت بینی وبینھم القرآن، ثم قرأت الآیۃ، قالت فمن ابتغی غیر ما زوجہ اللہ او ملکہ یمینہ فقد عدا اھ کما لبین، وروی مثلہ ابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ عن عائشۃ ...

ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا، کہ میرے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کن قانون اللہ کی کتاب قرآن ہے پھر انھوں نے سورۂ مومنین کی آیت پڑھی اور فرمانے لگیں کہ جس شخص نے اپنی اس بیوی کے سوا جو خدا نے اس کے نکاح میں دے دی ہے اور اپنی

روح المعانی ج ۵ ص ۵

لونڈی کے سوا کسی دوسری عورت کی تلاش کی ۔ تو اس نے (شرعی حد سے) تجاوز کر لیا ، ابن منذر ، ابن ابی حاتم اور حاکم نے بھی حضرت عائشہ رضؓ سے صحیح سندوں سے یہی روایت کی ہے ،

یہ وہ روایات ہیں جن سے حرمت متعہ کے مآخذ کے بارے میں حضرت عائشہ رضؓ کا نقطۂ نظر واضح ہو جاتا ہے ۔

ذیل میں وہ روایات ذکر کی جاتی ہیں جن سے قاسم بن محمد کی رائے معلوم کی جا سکتی ہے ۔ وہ روایات یہ ہیں ۔

۲ اخرج عبد الرزاق وابوداؤد فی ناسخه عن القاسم بن محمد انه سئل عن المتعة فقال هی محرمة فی کتاب الله تعالیٰ وتلا قوله تعالیٰ والذین هم لفروجهم حافظون الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم ۔ الآیة وقرر وجه دلالة الایة علی ذلک ان المستمتع بها لیست ملک الیمین ولا زوجة له فیجب ان لا تحل له اما انها لیست ملک الیمین فظاهر واما انها لیست زوجة له فلانهما لا یتوارثان بالاجماع ولو کانت زوجة له لحصل التوارث لقوله تعالیٰ ولکم نصف ما ترک ازواجکم الآیة

روح المعانی ج ۱۸ ص ۸ کبیر ج ۶ ص ۱۸۳

ابوداؤد نے اپنی کتاب "ناسخ" میں اور عبد الرزاق نے قاسم بن محمد سے یہ روایت کی ہے کہ اس سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ متعہ کتاب الٰہی کی رو سے حرام ہے اور استدلال میں یہ آیت پیش کی ۔ والذین هم لفروجهم الآیة اور حرمت پر آیت کے دلالت کرنے کی وجہ یہ بیان کی کہ ممنوعہ عورت نہ تو بیوی ہے نہ لونڈی ۔ لہذا متعہ کرنے والے کے لیے کسی طرح حلال نہ ہوگی لونڈی تو وہ ظاہر ہے کہ نہیں ہے اور بیوی اس لیے نہیں ہے کہ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے ہیں ۔ حالانکہ بیوی ہونے کی صورت میں توارث قانون شرعی کی رو سے ضروری ہے "

اس روایت سے قاسم بن محمد کا نقطہ نظر واضح ہو جاتا ہے ۔

دونوں حضرات کے استدلال کا حاصل یہ ہے کہ ممتوعہ عورت نہ بیوی ہے، نہ لونڈی۔ لونڈی تو وہ ظاہر ہے کہ نہیں ہے اور بیوی اس لیے نہیں ہے کہ زوجیت کے لیے جتنے قانونی احکام ہیں، ان میں سے ایک حکم بھی اس میں نہیں پایا جاتا ہے۔ نہ وہ مرد کی وارث ہوتی ہے نہ مرد اس کا وارث ہوتا ہے۔ نہ اس کے لیے عدت ہے۔ نہ طلاق۔ نہ نفقہ وغیرہ پس جب کہ وہ نہ بیوی ہوئی نہ لونڈی تو لامحالہ اُسے وداء ذلک میں داخل کر کے اس کے طالب کو "عادون" حد سے گذرنے والوں میں شمار کیا جائے گا۔

حرمت کا ماٰخذ قرآن نہیں سنت ہے یہاں تک بحث حضرت عائشہ، وقاسم بن محمد کی رائے کے متعلق تھی۔ اس کے بعد ان علماء کی رائے بیان کی جاتی ہے جن کا خیال یہ ہے کہ حرمت متعہ مبنی برسنت ہے نہ کہ ثابت من القرآن۔ حضرت عائشہؓ، اور قاسمؒ بن محمد کے ماسوا جمہور فقہاءؒ و محدثینؒ کی رائے یہ ہے کہ متعہ کی حرمت مذکورہ بالا آیت کریمہ سے نہیں، بلکہ اُن احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جو صحیحینؒ اور دیگر کتب صحاح میں مروی ہیں اور مضمون کی ابتداء میں مذکور ہیں۔

ماٰخذ حرمت کے بارے میں سلفؒ کا آپس میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کے متعلق ہم یا ترجیح کا مسلک اختیار کر سکتے ہیں، یا تطبیق کا۔ ان دونوں کے علاوہ تیسرا کوئی مسلک اختیار کرنا ممکن نہیں ہے متعہ کے معاملے میں قائلینِ تحریم بالکتاب کا مسلک بیان کرنے کے بعد اب ہم قائلین تحریم بالسنت کے مسلک کی تشریح کرتے ہیں۔ علماء محققینؒ نے جمہور فقہاء و محدثین کے قول کو حضرت عائشہؓ اور قاسم بن محمد کے قول پر ترجیح دی ہے اور حسب ذیل دلیل پر اس ترجیح کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

یہ علماء کے نزدیک ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ آیت کریمہ بالاتفاق مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہو چکی ہے اور صحیحین میں صحیح روایات موجود ہیں کہ ۷ھ میں غزوۂ خیبر، یا فتح مکہ ہی کے موقعہ پر متعہ حرام کیا گیا تھا۔ جس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے متعہ حلال تھا نہ کہ حرام! اب اگر مذکورۃ الصدر آیت کریمہ سے ثبوت حرمت تسلیم کر لیا جائے جیسا کہ حضرت عائشہؓ اور قاسم بن محمد کی رائے ہے تو غزوۂ خیبر یا فتح مکہ کے دن تحریم کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے ہیں اس طرح

آیت اور صحیح احادیث میں بلاوجہ مخالفت پیدا ہو جائے گی۔ متعہ کے بارے میں بعض علماء اگرچہ تکرار تحریم اور تکرار نسخ کے قائل ہیں اور محقق ابن ہمام نیز علامہ نوویؒ نے حدیث خیبر اور حدیث فتح مکہ کے درمیان میں تطبیق کی یہی صورت بیان کی ہے، لیکن یہاں مشکل یہ ہے کہ اگر قبل از ہجرت اولاً آیت کے نزول سے متعہ حرام تسلیم کر لیا جائے، ثانیاً حدیث خیبر سے ثبوت حرمت اور ثالثاً فتح مکہ کے دن تحریم کو مانا جائے! تو اس صورت میں تین دفعہ نسخ اور تحریم لازم آئے گی۔ حالانکہ اس پر امت میں سے کوئی قائل معلوم نہیں ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ متعہ کی حرمت مبنی بر سنت مان لی جائے اور آیت کریمہ میں "وراء ذلک" کے الفاظ کو عام صور زنا کے ساتھ متعلق مان لیا جائے جو عرب کے ہاں زمانۂ جاہلیت میں رائج تھیں۔ علامہ آلوسی نے مذکورہ بالا تحقیق کو اپنی مشہور تفسیر روح المعانی ج ۱۸ صہ ۱۸ میں حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے اور اسی سے حضرت عائشہؓ اور قاسم بن محمد کی رائے پر تنقید کی ہے قال

ولی ههنا بحث لم ار من تعرض له وهو انه قد ذکر فی الصحیحین ان النبی حرم المتعة یوم خیبر، وفی صحیح مسلمؒ انہؐ حرمها یوم الفتح، ووفق ابن الهمام بانها حرمت مرتین، مرة یوم خیبر، ومرة یوم الفتح وذلك یقتضی انها کانت حلالا قبل هذین الیومین وقد سمعت آنفا مایدل علی ان الآیة مکیة بالاتفاق فاذا کانت دالة علی التحریم کما سمعت عن القاسم بن محمدؒ وروی مثله ابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم وصححه عن عائشة لزم ان تکون محرمة بمکة یوم نزلت الآیة

میرے خیال میں اس مقام میں، (حضرت عائشہؓ اور قاسمؒ بن محمد کے قول پر) ایک قوی اشکال وارد ہوتا ہے جس کی طرف کسی عالم نے تعرض نہیں کیا ہے، وہ یہ کہ صحیحین میں یہ روایات موجود ہیں کہ متعہ کو حضورؐ نے غزوۂ خیبر میں حرام کر دیا تھا اور صحیح مسلم میں یہ روایت موجود ہے کہ حضورؐ نے متعہ کو فتح مکہ کے دن حرام کیا تھا (دونوں روایتوں میں بظاہر جو تعارض معلوم ہوتا ہے اس کو رفع کرنے اور دونوں میں) تطبیق کے لیے ابن ہمامؒ نے یہ توجیہ بیان کی ہے کہ متعہ دو دفعہ حرام کیا گیا ہے۔ ایک دفعہ غزوۂ خیبر میں۔ دوسری دفعہ فتح مکہ کے دن! (بہرحال) دونوں روایتیں اس بات کی مقتضی ہیں کہ ان مواقع سے پہلے متعہ حلال تھا نہ کہ حرام

وھو قبل ھذین الیومین فتکون قد حرمت ثلث مرات ولم أر احدا أصرح بذلک اھ

باقی آیت کے متعلق تو یہ طے شدہ ہے کہ وہ بالاتفاق مکی ہے۔ پس حضرت عائشہؓ، اور قاسم بن محمد کی رائے کے مطابق اگر آیت کو ثبوت حرمت کے لیے دلیل تسلیم کرلیا جائے تو مکی دور میں نزول آیت کے وقت میں بھی متعہ کی حرمت کو تسلیم کرنا پڑے گی جس سے تین دفعہ نسخ اور تحریم لازم آئے گی حالانکہ اس کی تصریح کسی عالم کے قول میں نہیں پائی گئی ہے۔"

مذکورہ بالا بحث کے بعد دونوں گروہوں کا مسلک ہمارے سامنے واضح ہو گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ موخر الذکر مسلک کے حق میں دلائل ترجیح کیا ہیں۔ یہاں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک اشکال کو رفع کرلیا جائے جو ترجیح کی توجیہ پر وارد کیا جا سکتا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب یہاں یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ آیت میں "وراء ذلک" کے الفاظ اپنے عموم کے لحاظ سے جس طرح تمام صور زنا کو شامل ہیں اسی طرح متعہ بھی اس کے عموم سے خارج نہیں ہے کیونکہ ممتوعہ عورت بھی نہ بیوی ہے نہ لونڈی، جیسا کہ مزنیہ عورت نہ بیوی ہے نہ لونڈی۔ تو آخر متعہ کو آیت کے عموم سے بلا دلیل کیوں خارج کیا جاتا ہے اور زنا کی طرح داخل نہیں مانا جاتا ہے؟ حالانکہ علمائے اصول فقہ کے ہاں یہ مسلمہ اصول ہے کہ لفظ عام کے تمام افراد عام کے حکم میں داخل ہوں گے۔ اور کوئی فرد اس کے حکم سے بلا دلیل خارج نہیں کیا جا سکے گا۔

اس اشکال کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ بلاشبہ عام کے حکم سے کوئی فرد بلا دلیل تو خارج نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر دلیل سے بعض افراد عام کے حکم سے خارج کر دئے جائیں تو یہ جائز بالاتفاق ہے مذاہب اربعہ کے ائمہؒ سب اس پر متفق ہیں اور کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں ومذھب الائمۃ الاربع جواز تخصیص عموم القرآن بالسنۃ مطلقا وھو المختار اھ روح المعانی ج ۱۸ ص ۹ کسی آیت قرآنی کے عموم سے بعض افراد کی تخصیص سنت کے ذریعہ مذاہب اربعہ کے ائمہ کے

نزدیک جائز اور یہی ان کے نزدیک مختار ہے۔ جب سنت کے ذریعے کتاب اللہ کے عموم سے تخصیص جائز ہوئی تو کتاب اللہ کے ذریعہ تخصیص بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ شریعت میں دونوں قسم کی تخصیص کے لیے مثالیں بھی موجود ہیں۔ ذیل میں دونوں کی مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

تخصیص للکتاب بالکتاب کی مثالیں قرآن کریم میں حکم ہے کہ جو شخص آزاد عورت سے نکاح کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو وہ لونڈی سے نکاح کرے۔ یہ حکم حسب ذیل آیت میں مذکور ہے۔

ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنات المؤمنات فمن ما ملكت ايمانكم من فتياتكم المؤمنات ط۔ النساء رکوع ۴

"اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کر سکے اُسے چاہیے کہ تمہاری ان مومن لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرے جو تمہارے قبضہ میں ہوں۔"

اس آیت میں لفظ "ما ملکت ایمانکم" عام ہے اور لونڈیوں میں سے ان دو لونڈیوں کو بھی شامل ہے جو ایک دوسری کی بہن ہو۔ اسی طرح محرمات بیان کرنے کے بعد آیت والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم میں جو لفظ ما ملکت ہے وہ بھی عام ہے۔ لونڈیوں میں سے دو بہنوں کو بھی شامل ہے۔ پہلی آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دو بہنوں کے ساتھ جو لونڈیوں میں سے ہوں نکاح جائز ہے۔ اسی طرح دوسری آیت سے یہ واضح ہے کہ لونڈیوں میں سے دو بہنوں کے ساتھ جو کسی کے ملک اور قبضہ میں ہوں صحبت جماع جائز اور ان سے صنفی خواہش پوری کی جا سکتی ہے۔ لیکن آیت کریمہ وان تجمعوا بین الاختین کے ذریعہ دونوں آیتوں کے عموم سے جمع بین الاختین کی مذکورہ بالا دو صورتیں (جمع نکاحاً اور جمع وطیاً) خارج کر دی گئی ہیں۔

۲۔ اسی طرح قرآن کریم میں حکم ہے کہ جن عورتوں کے شوہر مر جائیں ان کو چار ماہ اور دس دن تک دوسرے نکاح کے لیے انتظار کرنا پڑے گا۔ اس سے قبل ان کو نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا

"اور جو لوگ مر جائیں تم میں سے اور چھوڑ جائیں اپنی عورتیں تو چاہیے کہ وہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینے

الآیۃ۔ البقرۃ ۔ رکوع ۲۹ اور دس دن ۔
اس آیت میں "ازواج" کا لفظ عام ہے ۔ "اولات الاحمال" اور غیر سب کو شامل ہے ۔ تو اس آیت کی رو سے اولات الاحمال کی عدت الوفات بھی دیگر عورتوں کی طرح چار ماہ اور دس دن ہونا چاہیے تھا لیکن آیت "واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن" (حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے حمل کو وضع کریں)، کے ذریعہ ازواج کے عموم سے اولات الاحمال کو خارج کر دیا گیا ہے ، اور ان کی عدت الوفات وضع حمل ہے نہ کہ چار مہینے اور دس دن ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس پر اس قدر یقین ظاہر کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں اس پر مباہلہ کا چیلنج کیا تھا' یہ دونوں مثالیں صدر الشریعۃ کی کتاب توضیح میں "حکم العام" کی بحث میں مذکور ہیں ۔ وہاں دیکھنا چاہیے ۔

تخصیص الکتاب بالسنہ کی مثال آیت قرآنی کے عموم سے بعض افراد کا اخراج جس طرح کتاب کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے اسی طرح سنت کے ذریعہ سے بھی ہو سکتا ہے اور اوپر روح المعانی کے حوالہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ مسئلہ ائمہ اربعہؒ کے نزدیک متفق علیہ ہے ۔ اس کے لیے بھی شریعت میں بہت سی مثالیں موجود ہیں مگر یہاں اُن میں سے صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

قرآن کریم میں محرمات کی فہرست میں ایک 'میتۃ' دوسرا 'دم' بھی ذکر کیے گئے ہیں ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے حرمت علیکم المیتۃ والدم الآیۃ تمہارے لیے مردار اور خون حلال نہیں بلکہ تم پر یہ دونوں حرام کیے گئے ہیں ۔ اس آیت میں المیتۃ اور الدم کے الفاظ عام ہیں ۔ میتۃ میں مچھلی وغیرہ مردار سب داخل ہیں اور الدم میں جگر تلی ، وغیرہ خون سب شامل ہے ۔ تو آیت کی رو سے یہ سب چیزیں حرام ہونی چاہئیں تھیں لیکن سنت اور حدیث نے میتۃ کے عموم سے مچھلی کو اور الدم کے عموم سے جگر کو خارج کر دیا ہے اور دونوں کے لیے حکم یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ حلال ہیں نہ کہ حرام ـــ الحاصل مذکورہ بالا امثلہ سے یہ حقیقت واضح ہے کہ دلیل سے عام کے حکم سے بعض افراد کا اخراج جائز ہے ۔ خواہ وہ دلیل کتاب ہو یا سنت ۔ اور جو ناجائز ہے وہ تخصیص بلا دلیل ہے اور جب دلیل سے عام کے حکم سے بعض افراد کی تخصیص جائز ہو گئی ۔ تو فمن ابتغی وراء ذلک میں وراء ذلک کے عموم میں اگرچہ متعہ بھی داخل ہو سکتا ہے

لیکن ان روایات کے ذریعہ سے جن میں ہجرت کے بعد متعہ کرنے کی اجازت مذکور ہے۔ متعہ کو خارج تسلیم کرلیا جائے گا۔ اس کے علاوہ باقی تمام صور زنا و آغ ذلک میں داخل رہیں گی۔ وہ روایات جن میں ہجرت کے بعد متعہ کی اجازت ملتی ہے ان میں سے ایک عبداللہ بن مسعودؓ کی وہ روایت ہے جو اس مضمون کی ابتدا میں فہرست احادیث میں ۱ میں مذکور ہوئی ہے۔ دوسری سبرہ کی وہ روایتیں ہیں جو ۲ میں گذر چکی ہیں، جن میں ہجرت کے بعد اذن فی المتعہ صراحۃً مذکور ہے۔

ان روایتوں کی بناء پر جب آیت کے عموم سے متعہ خارج ہوگیا، تو متعہ کی حرمت پر آیت سے استدلال صحیح نہیں رہا۔ شاید اسی وجہ سے جمہور فقہاء و محدثینؒ نے متعہ کی حرمت کو مبنی بر سنت تسلیم کیا نہ کہ مستفاد من القرآن — اس کی طرف علامہ آلوسی نے حسب ذیل الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

والآیۃ مکیۃ بالاتفاق بمعنی انہا نزلت قبل الھجرۃ واشکل الاستدلال بھا علی تحریم المتعۃ بعد تحلیلھا بعد الھجرۃ لکون دلیل التحلیل مخصصا لعمومھا ومذھب الائمۃ الاربع جواز تخصیص عموم القرآن بالسنۃ مطلقا وھو المختار ۱ھ ج ۱۸ ص ۹

اور چونکہ آیت مکی بالاتفاق ہے۔ جو قبل از ہجرت نازل ہوچکی ہے۔ اس لیے آیت سے حرمت متعہ پر استدلال مشکل ہے درآنحالیکہ متعہ بعد از ہجرت روایات تحلیل کی بنا پر حلال سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ روایات تحلیل نے اسے عموم آیت سے خارج کردیا ہے اور یہ اخراج تمام علماء مذاہب اربعہ کے نزدیک جائز اور اسی کو مختار سمجھا گیا ہے۔

خلاصۃ الجواب خلاصہ یہ کہ حرمت متعہ بنا بر قول راجح سنت اور احادیث ہی سے ثابت ہے نہ کہ آیت کریمہ سے۔ اور جو لوگ سلف میں سے حرمت من الکتاب کے قائل ہیں اُن کا قول یا تو ماول ہے، یا جمہور کے قول کے مقابلہ میں مرجوح! یہی وجہ ہے کہ اس قول کو بعض محققین مفسرین نے پسند نہیں کیا ہے بلکہ اس پر تردید کی ہے۔ علامہ ابوالسعود نے آیت مذکور کے تحت اس قول کے متعلق یہ لکھا ہے،

ولیس فیہ مایدل حتما علی تحریم المتعۃ حسبما نقل عن القاسم بن محمد ۱ھ ج ۶ ص ۱۳۰ اس آیت میں قطعی کوئی دلیل نہیں ہے جو تحریم متعہ پر قطعی دلالت کرسکے، جیسا کہ قاسم بن محمد سے منقول ہے۔"

اس تحقیق پر زیادہ سے زیادہ جو اشکال وارد کیا جا سکتا ہے، ایک تو یہ کہ تحقیق مذکور کی بناء پر متعہ کی حرمت سنت رسول اور احادیث سے ثابت ہوگی۔ نہ کہ کتاب اللہ سے۔ دوسرا یہ کہ ایک آیت کی تفسیر کے متعلق حضرت عائشہ اور قاسم بن محمد کی رائے کیوں رد کردی گئی؟ — ان دونوں اشکالوں کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلا اشکال تو دراصل کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ جو لوگ سنت رسول کو کتاب اللہ کی طرح مآخذ شریعت تسلیم کرتے ہیں، اُن کو ضرورت کیا پڑی ہے کہ ہر حکم شرعی کے ثبوت کے لیے دلیل کتاب اللہ ہی سے تلاش کرتے رہیں۔ حالانکہ ان کا ایمان یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں سے احکام شرع ثابت اور مستنبط ہوسکتے ہیں۔ ان کے عقائد مقام رسالت، اور منصب نبوت کے متعلق وہ نہیں ہیں، جو منکرین حدیث کے ہیں بلکہ وہ اس تصور کے حامل ہیں کہ الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ (الحدیث) ("میری امت! آگاہ ہو کہ مجھے قرآن کے ساتھ مثل قرآن (سنت وحدیث) بھی من جانب اللہ عطا کیا گیا ہے") اور اس پر ان کو ایمان اور یقین کامل حاصل ہے کہ سنت کے بغیر الٰہی نظام شریعت کبھی اپنے اصلی رنگ میں قائم نہیں ہوسکے گا اور نہ یہ نظام الٰہی سنت سے کبھی علیحدگی قبول کرسکے گا۔ اور نہ وہ اس تصور سے آشنا ہے۔

اسی طرح دوسرا اشکال بھی کوئی وزنی اشکال نہیں ہے۔ آخر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ تمام صحابہؓ و تابعین، جمہور فقہاء و محدثین کی رائے پر حضرت عائشہؓ اور ایک قاسم بن محمد کی رائے کو ترجیح دی جائے حالانکہ اس سے منکرین حدیث کے لیے سنت رسول کو رد کرنے اور صحیح احادیث کو غلط ظاہر کرنے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور خواہ مخواہ قرآن اور حدیث کے مابین تعارض کی شکل پیدا ہوتی ہے۔

کیا حرمت اباحت میں تبدیل ہوئی اس بارے میں علماء امت میں اختلاف پایا جاتا ہے، قاضی عیاضؒ، امام مازریؒ کی رائے یہ ہے کہ متعہ کی حرمت میں نسخ نہیں ہوا ہے بلکہ ابتداءً غزوۂ خیبر میں تحریم کا حکم دیا گیا تھا۔ جس سے سابق اباحت رفع ہوگئی تھی اس کے بعد دیگر مواضع میں نہی کا مقصد سابق حکم تحریم کی اشاعت اور مزید تشہیر تھی نہ کہ جدید تحریم! لیکن جمہور محدثین کی رائے میں حرمت و اباحت دونوں میں تکرار ہے۔ غزوۂ خیبر میں تحریم کے حکم سے سابق اباحت منسوخ ہوگئی اور فتح مکہ میں اباحت کے

حکم سے وہ حرمت منسوخ ہوگئی، جو غزوۂ خیبر میں حکم تحریم سے ثابت ہوئی تھی۔ اس کے بعد فتح مکہ ہی کے موقعہ پر جو ابدی تحریم کا حکم دیا گیا اس سے وہ اباحت منسوخ ہوگئی جو مکہ میں چند دن کے لیے ثابت ہوگئی تھی اور متعہ ہمیشہ کے لیے تا قیامت حرام قرار دیا گیا۔ محدثینؒ نے آخری رائے پر اظہارِ اعتماد کر لیا ہے۔

قال الماوردی، فی الحاوی فی تعیین موضع تحریم المتعة وجھان، احدھما ان التحریم تکرر، لیکون اظھر وانتشر حتی یعلمه من لم یکن علمه، لانه قد یحضر فی بعض المواطن من لا یحضر فی غیرھا، والثانی انھا ابیحت مرارًا ولذا قال فی المرة الاخیرة الی یوم القیامة، اشارة الی ان التحریم الماضی کان موذنا بان الاباحة تعقبه، بخلاف ھذا فانه تحریم مؤبد لا تعقبه اباحة اصلا، وھذا الثانی ھو المعتمد، ویرد الاول التصریح بالاذن فیھا فی الموطن المتاخر من الموطن الذی وقع التصریح فیه بتحریمھا کما فی غزوة خیبر ثم الفتح، وقال النووی الصواب ان تحریمھا واباحتھا وقعا مرتین فکانت مباحة قبل خیبر، ثم حرمت فیھا ثم ابیحت عام الفتح ثم حرمت تحریما مؤبدا، ونقل غیرہ من الشافعی ان المتعة نسخت مرتین، (فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۹)

امام ماوردیؒ نے اپنی کتاب، حاوی میں لکھا ہے کہ تحریم متعہ کے لیے محل کی تعیین میں محدثین کے دو اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ تحریم کے حکم میں تکرار صرف اس لیے ہوا تھا کہ حکم عام لوگوں پر واضح اور زیادہ مشہور ہوجائے تاکہ جو لوگ پہلے تحریم کے موقع پر حاضر نہیں تھے وہ بھی اس حکم سے باخبر ہو جائیں کیونکہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک حکم کے موقع پر بعض لوگ حاضر نہیں رہتے ہیں۔ اور کسی دوسرے موقعہ پر وہ حاضر رہتے ہیں اس لیے ایسے مواقع میں تکرار حکم کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ جن لوگوں کو پہلے موقعہ پر علم حاصل نہیں ہوا ہے وہ اس دوسرے موقعہ پر علم حاصل کر سکیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ متعہ میں اباحت (و حرمت دونوں) مکرر ہوگئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ نے آخری دفعہ میں تحریم کے ساتھ "قیامت تک" کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ سابق تحریم کے بعد اباحت آنے والی تھی۔ اور یہ آخری تحریم ابدی ہے اس کے بعد قیامت تک اباحت نہیں آئے گی۔ یہ دوسرا قول محدثین کے ہاں قابل اعتماد رہا ہے، اور پہلا قول

اس بناء پر رد کیا گیا ہے کہ آخری (فتح مکہ کے) موقع پر متعہ کرنے میں شرعی اذن کی تصریح، اور پہلے (غزوہ خیبر) موقعہ پر تحریم کی تصریح روایات میں ملتی ہے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اباحت و حرمت دونوں میں تکرار ہوا ہے) اسی وجہ سے امام نوویؒ نے کہا کہ حق یہی ہے کہ حرمت و اباحت دونوں مکرر دو دفعہ آئے ہیں۔ چنانچہ غزوۂ خیبر سے پہلے متعہ مباح تھا۔ پھر غزوۂ خیبر میں حرام کر دیا گیا۔ اس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر پھر حلال کیا گیا۔ پھر ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا گیا۔ امام نووی کے علاوہ دوسرے شوافع نے امام شافعیؒ سے بھی یہی نقل کیا ہے، کہ متعہ میں دو دفعہ نسخ آچکا ہے۔

قاضی عیاضؒ اور مازریؒ، کے قول پر امام نوویؒ نے حسب ذیل الفاظ میں رد کر دیا ہے۔

ولا یجوز ان یقال ان الاباحۃ مختصۃ بما قبل خیبر والتحریم یوم خیبر للتابید وان الذی کان یوم الفتح مجرد توکید التحریم من غیر تقدم اباحۃ یوم الفتح کما اختارہ المازری والقاضی عیاض لان الروایات التی ذکرھا مسلمؒ فی الاباحۃ یوم الفتح صریحۃ فی ذلک فلا یجوز اسقاطھا ولا مانع یمنع من تکریر الاباحۃ، واللہ اعلم۔ نوویؒ شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۴۵۱

قاضی عیاضؒ اور امام مازریؒ یہ کہتے ہیں کہ متعہ کی اباحت غزوۂ خیبر سے سابق زمانے کے ساتھ مخصوص تھی اور غزوۂ خیبر میں تحریم کا حکم ابدی تھا رہا تحریم کا وہ حکم جو فتح مکہ کے دن دیا گیا تھا تو وہ سابق حکم تحریم کی تاکید تھی۔ بغیر اس کے کہ اس حکم تحریم سے پہلے فتح مکہ کے موقعہ پر متعہ مباح قرار دیا گیا ہو لیکن یہ قول صحیح اس لیے نہیں ہے کہ مسلم کی وہ روایتیں جن کو مسلم نے اس باب میں ذکر دیا ہے، اس بارے میں صریح ہیں کہ متعہ کو فتح مکہ کے موقعہ پر مباح قرار دیا گیا تھا

تو بلاوجہ ان روایتوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے (اس لیے بہتر یہی ہے کہ متعہ میں اباحت وحرمت مکرر مان لیے جائیں) اور تکرار اباحت (وحرمت) سے کوئی مانع نہیں ہے۔

ابن عباسؓ کا مسلک

ابن عباسؓ کے قول کے متعلق دو چیزیں تحقیق طلب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ہر حالت میں جواز متعہ کے قائل تھے یا یہ کہ صرف حالت اضطرار میں؟ دوسری یہ کہ وہ اپنے قول سے رجوع کر گئے ہیں یا کہ تا زیست اپنے فتوے جواز پر قائم رہے ہیں؟ جہاں تک امر اول کا تعلق ہے اس کے متعلق ابن عباسؓ سے دو قسم کی روایتیں مروی ہیں۔ ایک صحیح روایتیں ہیں۔ دوسری ضعیف، صحیح روایات میں صاف اس امر کی تصریح ملتی ہے کہ ابن عباس صرف حالت اضطرار میں جواز متعہ کے قائل تھے، نہ کہ عام حالات میں، اس کی تائید اُن روایات سے بھی ہوتی ہے، جو دوسرے صحابہؓ سے اس معاملے میں مروی ہیں، جن میں یہ تصریح آتی ہے کہ ابتداء اسلام میں متعہ صرف حالت اضطرار میں مباح تھا، اور عام حالات میں اس کی اجازت نہ تھی۔ دونوں قسم کی روایتیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ عن ابی جمرة قال سمعت ابن عباس یسئل عن متعة النساء فرخص فقال له مولی له انما ذلك فی الحال الشدید وفی النساء قلة او نحوه، فقال ابن عباسؓ نعم، (بخاری ج ۲ ص ۷۶۷) وفی روایة البیهقی انما کانت یعنی المتعة رخصة فی اول الاسلام لمن اضطر الیها، کالمیتة والدم ولحم الخنزیر واخرج الخطابی عن سعید بن جبیر قال قلت لابن عباس لقد سارت بفتیاك

ابو جمرہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو میں نے سنا کہ ابن عباسؓ نے اس کی اجازت دے دی۔ اس پر ان سے ان کے ایک آزاد کردہ شدہ غلام نے پوچھا کہ یہ اجازت اس وقت ہوگی جب کہ عورتیں بہت کم اور حالات بہت سخت ہوں؟ تو آپ نے فرمایا جی ہاں! اسی طرح بیہقی کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ متعہ تو مردار، خون، اور خنزیر کے گوشت کی مانند ابتداء اسلام میں اس کی اجازت صرف ان لوگوں کے لیے تھی جو شدید حالت اضطرار میں مبتلا کیے گئے تھے۔

الرکبان یعنی فی المتعۃ فقال واللہ ما بھذا افتیت وانما ھی کالمیتۃ لا تحل الا للمضطر اھ
فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۰

اسی طرح خطابیؒ نے سعید بن جبیر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے ابن عباس سے کہا کہ متعہ کے بارے میں بہت سی جماعتیں آپ کا فتویٰ اباحت لے کر ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی ہیں اور اس پر بڑی باتیں ہونے لگی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تو اباحت مطلقہ کا فتوے نہیں دیا ہے (بلکہ یہ فتوے دیا ہے) کہ متعہ تو ایک مردار کی طرح ہے جو مضطر کے علاوہ کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔"

یہ وہ صحیح روایات ہیں۔ جو خود ابن عباس سے مروی ہیں اور جن میں یہ تصریح ہے کہ ابن عباس صرف حالت اضطرار میں متعہ کے جواز کا قائل تھے نہ کہ عام حالات میں۔ ذیل میں دوسرے صحابہؓ سے وہ روایت نقل کی جاتی ہے جو مذکورہ بالا روایتوں کے لیے مؤید ہے۔

۲۔ عن ابن ابی عمرۃ الانصاری، انھا کانت رخصۃ فی اول الاسلام لمن اضطر الیھا کالمیتۃ والدم ولحم الخنزیر ثم احکم اللہ الدین ونھی عنھا۔ (مسلمؒ)

ابن ابی عمرہؓ روایت کرتے ہیں کہ متعہ کی اجازت ابتداء اسلام میں صرف مضطر لوگوں کے لیے تھی جیسے مردار خون، خنزیر کا گوشت، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا دین مضبوط بنا دیا اور متعہ سے ممانعت فرمائی۔"

یہ روایات احادیث کی فہرست میں نمبر ۴ و نمبر ۵ میں گذر چکی ہیں۔ اور تمام سے یہ امر واضح ہے کہ ابن عباسؓ یا دیگر صحابہؓ جو جواز متعہ کے قائل تھے وہ صرف حالت اضطرار میں قائل تھے نہ کہ عام حالات میں البتہ بعض ضعیف روایات ایسی ہیں جن سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ابن عباس حالت اضطرار کے ماسوائے دوسری حالتوں میں بھی جواز کے قائل تھے۔ حسب ذیل روایت سے جس کو ترمذی نے نقل کیا ہے یہ خیال ظاہر ہو سکتا ہے۔

عن ابن عباس انہ قال انما کانت المتعۃ

ابن عباس فرماتے ہیں کہ متعہ ابتداء اسلام میں ایسی

فی اول الاسلام کان الرجل یقدم البلد لیس لہ بھا معرفۃ فیتزوج امرأۃ بقدر ما یری انہ یقیم فتحفظ لہ متاعہ وتصلح لہ شانہ (ترمذی)

حالتوں میں جائز تھا۔ جب کوئی آدمی کسی ایسے شہر یا گاؤں میں جاتا، جہاں کسی سے بھی اس کی معرفت نہ ہوتی تو وہاں وہ آدمی مدت قیام تک کسی ایسی عورت سے نکاح متعہ کر لیتا جو اس کے لیے سامان کی حفاظت اور دیگر معاملات کی اصلاح کا کام کرتی۔

لیکن اس روایت کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے کہ اسنادہ ضعیف وھو شاذ مخالف لما روینا من علۃ اباحتھا فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۱ اس لیے یہ اس قابل نہیں ہے کہ پہلی صحیح روایتوں کا مقابلہ کر سکے۔ علامہ ابن ہمامؒ نے بھی حازمیؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ جواز متعہ کا حکم ابتداء اسلام میں عام حالات کے لیے نہ تھا۔ بلکہ صرف حالت اضطرار کے لیے مخصوص حکم تھا

قال الحازمی انہ لم یکن اباحھا لھم وھم فی بیوتھم واوطانھم وانما اباحھا لھم فی اوقات بحسب الضرورات ثم حرمھا علیھم فی آخر سنیہ وکان تحریم تابید لاخلاف فیہ بین الائمۃ وعلماء الاعصار الا لطائفۃ من الشیعۃ اھ فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۱

حازمیؒ نے کہا ہے کہ حضورؐ نے صحابہؓ کو متعہ کی اجازت نہیں فرمائی تھی، درآنحالیکہ وہ اپنے گھروں اور وطنوں میں ہوں۔ بلکہ یہ اجازت خاص اوقات میں سخت ضرورتوں پر مبنی تھی، پھر حضورؐ نے اپنے عہد کے آخری دور میں متعہ کے متعلق تحریم تابیدی کا حکم دے کر تمام اوقات میں ہمیشہ کے لیے ان پر حرام کر دیا۔ چنانچہ اب یہ حرمت تمام اہل سنت کے علماء اور ائمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اور کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے، سوائے شیعہ کے ایک گروہ کے۔

(باقی)